سلام

علامہ اخترؔ علی تلہری مرحوم

درد و الم ہیں زینتِ عنوانِ زندگی / عیش و طرب میں ڈھونڈھ نہ سامانِ زندگی
دل میں جگہ دے سوزِ مشیّت گداز کو / تجھ کو اگر ہے خواہشِ فیضانِ زندگی
او بے خبر نہ ہنس مری چشم پُر آب پر / یہ اشک ہیں بہارِ گلستانِ زندگی
او محوِ نائے و نوش نظر کو بلند کر / دیکھی نہیں ہے تو نے ابھی شانِ زندگی
ہنگامہ ہائے موت سے میری بلا ڈرے / پیشِ نظر ہے وسعتِ دامانِ زندگی
خونیں کفن شہید ترے ہاتھ چوم لوں / تو نے بلند کردیا ایوانِ زندگی
تاریکیٔ خیال و نظر کو مٹا دیا / اب جگمگا رہا ہے شبستانِ زندگی
جب سے کہ تو نے کی ہے چمن بندیٔ وفا / کیا کیا مہک رہا ہے گلستانِ زندگی
شاداب ہے، لہو سے ترے، عشق کا چمن / اے کربلا کی جان، تو ہے جانِ زندگی
اے خاک و خوں میں لوٹنے والے ترے نثار / تو نے ہمیں بتا دئے ارکانِ زندگی
جانبازیوں کی راہ میں روشن کئے چراغ / تو نے ہمیں بنا دیا شایانِ زندگی
تو نے حیات کا ہمیں بخشا نیا نظام / حیدرؑ کی جان اے شہِ مردانِ زندگی
ہر ذرّہ میں ہے مہر و محبت کی اک تڑپ / ہے کربلا کی خاک میں کیا شانِ زندگی
سر پر تڑپ رہی ہے جو بجلی تو کیا ہے ڈر / اخترؔ ہے موت آپ نگہبانِ زندگی

سلام

م۔ر۔عابد

الٰہی اب تو نصیب کتاب ہو جائے / جہالتوں کی زمیں بے سحاب ہو جائے
فراتِ فکر میں غوطہ مری نگاہ کرے / مرے قلم کی روانی مثاب ہو جائے
اندھیروں ہی کی حدوں میں شکست ظلم لکھے / سحر قریب ہے پوری کتاب ہو جائے
ضمیر حُر کو کہاں تک جھنجھوڑ لائے حسینؑ / کہ کربلا ہی میں یوم الحساب ہو جائے
کتاب حر میں اجل کا حوالہ غائب تھا / امام کچھ جو لکھیں سد باب ہو جائے
بس ایک نوک زباں سے پروف ٹھیک ہوا / کتاب حر کا نیا انتساب ہو جائے
جناب ثانیٔ زہراؑ کا خطبہ کافی ہے / کہ عزم جور کی مٹی خراب ہو جائے
شرافتوں کو جکڑ کر کہیں اکڑ لے یزید / یہیں ہوائے حکومت نہ خواب ہو جائے
دیار شام میں اونچا نشان زینبؑ ہے / ستم کو صبر کا پورا جواب ہو جائے
حسینؑ ظلم کو بن باس دینے آئے کہاں / یہیں پہ صدیوں کا چڑھتا حساب ہو جائے
بجھا بجھا کے چراغوں کو روشنی دی ہے / سواد شام کا رخ بے نقاب ہو جائے
یزید! سوچا بھی مقتل پکانے سے پہلے / نہ ہو گلے کی یہ ہڈی عذاب ہوجائے